OPEN ACCESS
ISSN (P): 2789-3820
ISSN (O): 2789-3839
Al-Āfāq Islamic Research Journal
http://alaafaqjournal.com/index.php/alaafaq/index
Vol. 04, Issue: 01, June-2024, PP: 13-24

عدم برداشت کے معاصر رجحانات: سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں تدارک اور حل

The Growing Trend of Intolerance in Pakistani Society and its Redress

*Saifullah
M.Phil. Scholar, Department of Islamic Studies
Ghazi University, Dera Ghazi Khan, Pakistan.
qarisaifullah3@gmail.com
**Dr. Hafiz Masood Qasim
Assistant Professor, Department of Islamic Studies
University of Agriculture, Faisalabad, Pakistan.
hafizqasim@uaf.edu.pk

Abstract:
The teachings of Holy Prophet (PBUH) are not merely limited to the era of Prophet (PBUH) himself but they carry the weight as are the universal ones of all ages till the day of Judgment. Holy Prophet (PBUH) eradicated group, territorial, caste, creed, color and ethnic based differences and invoked a spirit of mutual brotherhood among his followers. He proclaimed individual self-respect for all mankind and set its principles to be practiced in society. He abolished material arrogance and pride and made "Practice" as the standard of human superiority. He also taught for social co-existence, tolerance and mutual harmony. It will only be possible if the social crimes like human hate, sectarian hate and hate like era of ignorance based, is evacuated. Intolerance is the tragedy of our society where an individual becomes arrested in his own fabricated ethnic, tribal, color and creed based boundary. He ignores all other ones beyond his own fabricated boundary. The present research paper will highlight the intolerance, causes, national and international trend and the teaching of Holy Prophet (PBUH) regarding this very issue.

Keywords: *Intolerance, Brotherhood, Social Ethics, Sirah Study, Standard of Human Superiority, Human Hate, Sectarian Hate.*

نبی اکرم ﷺ کا اسوہ حسنہ اور آپ کی تعلیماتِ عالیہ، صرف کسی ایک گروہِ انسانی یا کسی مخصوص زمانے تک محدود نہیں، بلکہ یہ قیامت تک کے لیے بنی نوع انسان کے لیے وہ منشور حیات ہے جو ہر عہد اور ہر خطے کی انسانی کی راہنمائی کرتا رہے گا۔ آپ نے ہر قسم کے نسلی، لسانی، علاقائی اور گروہی تعصبات کا خاتمہ کر دیا اور احترام آدمیت اور انسانی حقوق کے بنیادی اصول متعین کیے ہیں۔ مادی فخر و غرور کو ترک کر کے کردار و عمل کو انسانی فضیلت و برتری کا معیار قرار دیا۔ ظلم و جبر کی نفی کر کے عفو و درگزر، تحمل و برداشت اور انسانی دوستی کی اعلیٰ صفات کا درس دیا۔ آپ ﷺ کی حیات طیبہ میں سینکڑوں مراحل ایسے آئے ہیں جہاں آپ نے انتقام کی بجائے تحمل و برداشت سے کام لیا۔

عدم برداشت کا بڑھتا ہوا رجحان دراصل اس مادہ پرست معاشرے کا المیہ ہے جس کی پروازِ تخیل زندگی کی آسائشوں، مادی لذتوں اور ہوسِ جاہ تک محدود ہے۔ عدم برداشت ایک ایسا مرض ہے جو اس وقت لاحق ہوتا ہے جب انسان اپنی ذات، اپنی نسل، اپنے رنگ، اپنے قبیلے یا اپنی قومیت کے حصار میں گرفتار ہو جاتا ہے اور ان تنگ دائروں سے باہر، کسی کے وجود کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیتا ہے۔ یہ مرض اس وقت ایک وبا کی صورت اختیار کر لیتا ہے جب مادہ پرستانہ سوچ مکمل طور پر دنیوی مقاصد کے چنگل میں جکڑی جاتی ہے اور آفاقی افکار و نظریات سے اس کا رشتہ مکمل طور پر کٹ جاتا ہے۔

ہماری دنیا کی باقی اقوام سے ہمارا ضمیر، ہمارا مزاج اور ہمارا نصب العین مختلف ہے۔ آج کا المیہ یہی ہے کہ فیضان سماوی کے سرچشموں سے محروم انسان، کسی دوسرے کے وجود کو تسلیم کرنے کی بجائے اپنی "انا" کی تلوار لہرا رہا ہے۔ جو جتنا قوی ہے، لطیف انسانی احساسات سے اتنا

ہی محروم ہے۔ مادی قوت نے رعونت کی شکل اختیار کرلی ہے اور رعونت نے تحمل و برداشت، انسان دوستی، ہمدردی، غمگساری، عدل ومساوات اور احترامِ آدمیت جیسی اعلی صفات کو نگلنا شروع کردیا ہے۔

موجودہ حالات میں پاکستانی معاشرہ میں جو عدمِ برداشت کا سلسلہ چل نکلا ہے جو رینگ رینگ کر یونیورسٹیز اور جامعات تک پہنچ چکا ہے یہ لازمی نتیجہ ان تربیتی مناہج سے دوری کا نتیجہ ہے جس کا خاکہ رسول اکرم ﷺ نے عملی طور پر اپنی ریاست میں کھینچا تھا۔ عدم برداشت کا رجحان اس وقت پروان چڑھتا ہے جب کوئی ملک یا قوم کسی دوسرے کے خلاف ہر کاروائی کے اپنے لیے جائز قرار دیتا ہے، اس کے مثبت اور منفی پہلو دونوں ہی موجود ہیں۔ جہاں تک مثبت پہلو کی بات ہے تو کسی نیک مقصد کی خاطر اپنے بنیادی اصولوں میں تبدیلی کی عدم برداشت، قومی معاملات میں کسی بھی قسم کے ذاتی مفاد کو راہ میں نہ آنے دینا، ایمانداری کے ساتھ کم تنخواہ کے باوجود اپنے فرائض سرانجام دینا اور اس ضمن میں تمام تر دباؤ اور ترغیبات کا مردانہ وار مقابلہ عدم برداشت کے مثبت پہلوؤں کی مثالیں ہیں۔

برداشت کا لغوی و اصطلاحی اطلاق:

لفظ "برداشت" فارسی زبان سے مشتق ہے یہ لفظ 'بر' اور 'داشت' کا مرکب ہے۔ بر کا مطلب بوجھ اور داشت کا مطلب رکھنا ہے، لہذا برداشت کا مطلب ہوا کسی بوجھ کو سنبھالنا ہو گا۔[1]

اس لفظ کے لیے عربی میں "تحمل" اور "تسامح" جبکہ انگریزی میں Tolerance کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ اصطلاح میں اس سے مراد لوگوں کے آزادی عقیدہ کے حق کا عقلی و عملی اعتراف ہے۔ اس مفہوم کو انسائیکلوپیڈیا میں یوں بیان کیا گیا ہے:

> *"The Intellectual and practical acknowledgment of the right of others to live in accordance with religious beliefs that are not accepted as one's own.*[2]

> لفظ "برداشت" شرعی طور پر بڑی وسعت کا حامل ہے، اسے اصطلاح میں حلم یا بردباری بھی کہا جاتا ہے جس کا مطلب ہے انتقام کی قدرت ہونے کے باوجود کسی ناگوار خلاف مرضی یا اشتعال انگیز بات کو برداشت کرلینا۔ غیظ و غضب کے موقع پر غصہ پی جانا۔ آپے سے باہر نہ ہونا، طیش میں نہ آنا اور اپنے نفس و طبیعت کو قابو میں رکھنا، برداشت کہلاتا ہے۔[3]

عدم برداشت برداشت کا متضاد ہے، اس سے مراد اپنے آپ کو روکنا اور اپنے نفس کو اضطراب و گھبراہٹ سے روکنا اور اپنی جگہ ثابت قدم رہنا کے ہیں۔ برداشت کو صبر سے بھی تعبیر کیا جاسکتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

> فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُو الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِل لَّهُمْ[4]
>
> "اور صبر (برداشت) سے کام لیجئے جیسا کہ اولوالعزم رسولوں نے برداشت سے کام لیا اور جلد بازی سے کام مت لیجئے۔"

عرب کے جاہل و گنوار لوگ نبی اکرم ﷺ کو آپ کے حجرہ اقدس سے باہر آکر پکارتے تھے، ان سے کہا گیا کہ اتنی گھبراہٹ کیا تھی، ذرا صبر کرلیتے اور آپ کے نکلنے کا انتظار کرلیتے، جیسا کہ سورۃ حجرات میں ارشاد ربانی ہے:

> وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا حَتَّىٰ تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاللّٰه غَفُورٌ رَّحِيمٌ[5]
>
> "اور اگر وہ برداشت کرلیتے یہاں تک کہ آپ ان پر نکلتے تو یہ ان کے لیے بہتر تھا۔"

صبر کے مختلف معانی میں ثابت قدمی، استقامت اور برداشت کرتے ہوئے مناسب وقت کا انتظار کرنا اور بے قرار نہ ہونا، مشکلات کو خاطر میں نہ لانا اور درگزر سے کام لینے، ضبط نفس اور ہر طرح کی تکلیف کو اٹھا کر فرض کو ہمیشہ ادا کرنے کے ہیں۔ لہذا برداشت کا مفہوم یوں بیان کیا

جا سکتا ہے کہ مصیبتوں اور مشکلوں میں اضطراب اور بے قراری نہ ہو بلکہ ان کو خدا کا حکم اور مصلحت سمجھ کر خوش دلی سے قبول کیا جائے اور اللہ کی رحمت سے بہتری کی امید رکھی جائے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی مدح سرائی یوں فرمائی ہے:

وَالصَّابِرِينَ عَلَىٰ مَا أَصَابَهُمْ[6]

"اور جو مصیبت میں صبر کریں"

اسی طرح یہ بھی برداشت کے دائرہ احاطہ میں ہے کہ منزل مقصود کی راہ میں جو مشکلات اور خطرے در پیش آئیں، دشمن جو تکالیف پہنچائے اور مخالفین جو طعن و طنز کریں ان کو خاطر میں نہ لایا جائے اس سے بد دل اور پست ہمت ہونے کی بجائے اور زیادہ استقلال اور استواری پیدا ہو۔ مشاہیر عالم جن میں سب سے اعلیٰ و افضل شخصیات انبیائے کرام کی ہیں، ان کی راہ میں روڑے اٹکائے گئے اور انھوں نے ان کا مردانہ وار مقابلہ کیا جس طرح ارشاد ربانی ہے:

وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنكَرِ وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا أَصَابَكَ ۖ إِنَّ ذَٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ

"اور نیکی کا حکم کر اور برائی سے روک اور جو مصیبت پیش آئے اس کو برداشت کر یہ بڑی پختہ باتوں میں سے ہے"

برداشت کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ برائی کو نظر انداز کیا جائے اور جو بد خواہی سے پیش آئے اور تکلیفیں دے اس سے قصور کو معاف کیا جائے یعنی تحمل اور برداشت میں اخلاقی پامردی دکھائی جائے، جس طرح قرآن کریم کی کئی آیات میں اس کی وضاحت کی گئی ہے، مثلاً:

وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُم بِهِ،وَلَئِن صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصَّابِرِينَ - وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ

إِلَّا بِاللَّهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِي ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُونَ[7]

"اور اگر بدلہ لو بھی تو بالکل اتنا ہی جتنا صدمہ تمہیں پہنچایا گیا ہو اور اگر صبر کر لو تو بے شک صابروں کے لئے یہی بہتر ہے۔ آپ صبر کریں بغیر توفیق الٰہی کے آپ صبر کر ہی نہیں سکتے اور ان کے حال پر رنجیدہ نہ ہوں اور جو مکر و فریب یہ کرتے رہتے ہیں ان سے تنگ دل نہ ہوں"

یہ صبر بھی برداشت کی وہ قسم ہے جو اخلاقی حیثیت سے بہت بڑی بہادری ہے۔ مسلمانوں کو اس بہادری کی تعلیم دی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ یہ صبر و برداشت کمزوری سے دشمن کے خوف یا کسی اور سبب سے نہ ہو بلکہ صرف خدائے واحد کے لیے ہو۔

درج بالا تمام بحث سے عدم برداشت کی تعریف و توضیح ممکن ہو گئی۔ اور عدم برداشت کو یوں تعریف کیا جا سکتا ہے کہ اپنے آپ کو روک نہ سکنا، نفس کو اضطراب و گھبراہٹ سے نہ روکنا، ثابت قدم نہ رہنا، مصائب پر صبر نہ کر سکنا، معمولی معمولی تکالیف پر بے قرار ہو جانا، مشکلات کا مقابلہ نہ کر سکنا درگزر سے کام نہ لینا ضبطِ نفس سے کام نہ لینا اور فرض کو ادا نہ کرنا، عدمِ برداشت کہلاتا ہے۔

برداشت کے مفہوم میں وسعت:

برداشت کثیر الجہتی عمل ہے۔ بنیادی طور پر اس کا تعلق اخلاق سے ہے یعنی اعلیٰ اخلاقی قدریں و برداشت کی صفت لوگوں کے ماحول اور طبائع کے حوالہ سے پروان چڑھتی ہیں۔ مردوں، عورتوں، بوڑھوں، بچوں کی تخصیص کیے بغیر تمام کو اس کی ضرورت ہے۔ لیکن ایک حقیقت ضرور ہے کہ بچوں اور بوڑھوں میں عدم برداشت کی صفت بنسبت نوجوانوں کے زیادہ ہوتی ہے۔ بچے میں قویٰ کے ناقص ہونے اور بوڑھے میں قویٰ کے ضعف کی وجہ سے عدم برداشت کی صفت کی زیادتی پائی جاتی ہے۔ یہی وجہ سے کے بوڑھے جلد خفا اور بچے جلد خوش ہو جاتے ہیں۔ اگر کوئی محنت کرے تو با آسانی اپنے اندر برداشت کی صفت پیدا کر لیتا ہے۔

عدم برداشت قرآن حکیم کی روشنی میں:

قرآن حکیم ہر معاملے میں انصاف سے کام لینے، عفوو درگزر، برداشت اور تحمل کا درس دیتا ہے، اور عدم برداشت سے قطعی طور پر منع کرتا ہے، وہ اپنا یہ پیغام مختلف مقامات پر مختلف انداز سے دہراتا ہے اور ایسی شخصیت کی تعمیر کرتا ہے جو اسلام کی پہچان ہو اور عملی طور پر ہر اعتبار سے پوری انسانیت کے لیے پیغام "سالمیت و سلامتی" ہو۔ ذیل میں اس حوالے سے چند آیات قرآنیہ پیش کی جاتی ہیں:

وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ

"(واقعی) جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر اسی پر قائم رہے ان کے پاس فرشتے (یہ کہتے ہوئے آتے ہیں کہ تم کچھ بھی اندیشہ اور غم نہ کرو (بلکہ) اس جنت کی بشارت سن لو جس کا تم وعدہ دیئے گئے ہو۔"[8]

دوسری جگہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ ۗ ذَٰلِكَ تَخْفِيفٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ۗ فَمَنِ اعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ[9]

" ہاں جس کسی کو اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معافی دے دی جائے اسے بھلائی کی اتباع کرنی چاہئے اور آسانی کے ساتھ دیت ادا کرنی چاہئے۔ تمہارے رب کی طرف سے یہ تخفیف اور رحمت ہے اس کے بعد بھی جو سرکشی کرے اسے دردناک عذاب ہو گا۔"

قرآن کریم میں بیان کی گئی اس آیت کی رو سے قتل بہت بڑا جرم ہے جس کی سزا موت ہے مگر آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ساتھ ہی یہ بھی واضح کر دیا اور قانون میں یہ شق رکھ دی کہ اگر مقتول کے لواحقین قاتل کو معاف کر دیں خون بہا کے بغیر یا خون بہا لے کر، تو اس کی جان بخشی ہو سکتی ہے۔ یہ سبق در حقیقت معافی اور عدم برداشت کے منافی ہی ہے جس کا ذکر کیا گیا ہے۔ اسی طرح سورۃ نور میں ارشاد ہے:

وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا ۗ أَلَا تُحِبُّونَ أَن يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ وَالله غَفُورٌ رَّحِيمٌ [10]

" بلکہ معاف کر دینا اور درگزر کر لینا چاہیئے۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے قصور معاف فرما دے؟ اللہ قصوروں کو معاف فرمانے والا مہربان ہے۔"

ان تمام آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے عفوو درگزر کی تعلیم دی اور صاف ظاہر ہے کہ اگر ہم دوسروں کی غلطیوں پر عدم برداشت کا مظاہرہ نہ کرتے ہوئے عفوو درگزر سے کام لیں گے اور معافی و برداشت اپنائیں گے تو اللہ تعالیٰ بھی معافی کا بندوبست کرے گا۔ اس دنیا میں دی گئی معافی قیامت کے روز بخشش کا ذریعہ بنے گی اور آج دنیا میں اپنے دل میں پیدا کیا گیا برداشت کا جذبہ ہمارے لیے جنت کی راہیں متعین کرے گا۔

ہر مسلمان نیکی کا داعی ہے۔ اگر وہ بات بات پر لوگوں سے الجھے تو وہ اپنے پیغام سے کسی کو بھی متاثر نہیں کر سکے گا اس لیے ہر شخص کو برداشت سے کام لینے کی بار بار تلقین کی گئی ہے۔ یہ وہ بہترین اخلاقی وصف ہے جس سے دوستوں اور عزیزوں کی محبت بڑھتی ہے اور دشمنوں کی عداوت دور ہو جاتی ہے۔

آپ ﷺ نے کبھی بھی ذاتی معاملے میں انتقام نہیں لیا یہاں تک کہ بددعا سے بھی احتراز کیا۔ آپ ﷺ کی تعلیم و تربیت، فیضان صحبت احسن اخلاق، پند و موعظت اور تبلیغ دعوت کی تاثیر سے برے اچھے، بدنیک اور اشرار اخیار بن گئے۔

عدم برداشت کا رجحان:

انسانی تاریخ میں عدم برداشت کا رویہ ہمیشہ سے انتشار اور فساد کا سبب بنا ہے اسی عدم برداشت کے رویے کی وجہ مختلف اقوام عالم جنگوں کو شکار ہوتی چلی آرہی ہیں۔ قوموں کے درمیان تعصبات کی وجہ سے ہونے والے باہمی جھگڑوں کا باعث بھی عدم برداشت کا رویہ ہی ہے

قومی رجحان:

عدم برداشت قومی و بین الاقوامی دونوں طرح پایا جاتا ہے۔ قومی سطح پر عدم برداشت کی وجوہات میں تشدد، تنگ نظری، جاہلیت، اور ناخواندگی جیسے عوامل پائے جاتے ہیں۔ اس بنا پر لوگوں میں نسلی، گروہی، علاقائی اور فرقہ پرستی کے جذبات غالب طور پر پائے جاتے ہیں اور لازمی طور پر قومی یکجہتی متاثر ہوتی ہے۔ اگر قومی سطح پر علم وفن کی ترقی کو ضروری سمجھا جاتا ہے تو اس کے لیے قومی اتحاد، روشن خیالی، علم وفنون پر دسترس اور اظہار رائے کے بنیادی حقوق کا حصول ضروری ہوتا ہے۔ اگر وہ ناپید ہو جائے تو معاشرہ جامد نظریات کا شکار ہو کر انحطاط پذیری کی راہ پر گامزن ہو جاتا ہے۔

اس کی مثال قرون وسطیٰ کے یورپی معاشرے اور موجودہ دور کے کئی ممالک ہیں۔ جہاں پر خانہ جنگیاں اور فساد جاری ہے۔ پاکستان میں فرقہ پرستی اور گروہی تعصبات کی بنا پر ہونے والے جھگڑے بھی عدم برداشت کے قومی رویے کی اہم مثال ہیں۔ گروہی ونسلی وسیاسی بنیاد پر ہونے والی قتل وغارت، جعلی مقدمات اور پس زنداں اس سلسلے کے اہم مثالیں ہیں۔

بین الاقوامی رجحان:

عدم برداشت کا بین الاقوامی رجحان گزشتہ تین دہائیوں سے بڑا عام ہے۔ طاقتور ملک کمزور اور کم وسائل کے حامل پسماندہ ملکوں پر چڑھائی کرنا اپنا حق سمجھتے ہیں۔ عدم برداشت کے اس رجحان کی کئی مثالیں موجود ہیں۔ امریکہ کی افغانستان و عراق اور لیبیا پر چڑھائی، انڈیا کی کشمیر میں ظلم وستم کی داستاں، اسرائیل کی مظلوم فلسطینیوں پر چڑھائی اور دیگر پسماندہ اسلامی ریاستوں پر ہونے والے مظالم اسی عدم برداشت کی مثالیں ہیں۔ کیونکہ یہ ممالک حریت پسندوں کے جائز حقوق کو کسی بھی صورت میں برداشت نہ کرنے کا تہیہ کیے ہوے ہیں۔ امیر ممالک کا دنیا کی معیشت کو کنٹرول کرنا اور غریب ممالک کو کسی قسم کی رعایت نہ دینا بھی اس سلسلے کی کڑی ہے۔

نبی اکرم ﷺ اور برداشت:

آپ ﷺ کی قوتِ برداشت اور ضبط و تحمل مثالی تھا، آپکی حیات مقدسہ عفو ودرگزر، رحمت ورافت، صبر وضبط، رحم وترحم اور برداشت و رواداری سے عبارت ہے۔ مظلومی میں صبر، مقابلے میں عزم، معاملات میں راست بازی اور طاقت واختیار میں عفو درگزر اور رواداری تاریخ انسانی کے وہ نوادر ہیں جو کسی ایک زندگی کے اندر اس طرح جمع نہیں ہوئے ہیں جس طرح محمد کریم ﷺ کی ذاتِ اقدس میں ہیں۔

قاضی عیاضؒ نے آپ کی قوتِ برداشت کا تذکرہ یوں کیا ہے:

''وهو صلى الله عليه وسلم لا يزيد مع كثيرة الأذى إلا صبروا وعلى إسراف الجاهل إلا حلما''[11]

"اور آپ کو دی جانے والی تکالیف کی کثرت پر آپ کا صبر بڑھتا جاتا تھا اور جہلاء کی طرف سے کی جانے والی زیادتیوں پر آپ کا حلم بڑھتا چلا جاتا تھا۔

کوئی بھی شخص اپنے گھر کے حوالے سے سب سے زیادہ حساس مزاج ہوتا ہے۔ بہت سے مواقع ایسے آتے ہیں جب انسان کے لیے صبر و تحمل اور برداشت سے کام لینا عمومی طور پر ممکن نہیں ہوتا، لیکن آپ ﷺ اس میں بھی ممتاز نظر آئے۔ آپ کے ان ذاتی اوصاف اور برداشت کے حوالے سے حضرت انسؓ فرماتے ہیں:

"میں نے دس برس آپ کی خدمت کی، خدا کی قسم آپ نے مجھے کبھی اف تک نہیں کہا اور آپ نے کبھی کسی کام کے بارے میں یہ نہیں فرمایا کہ یہ کیوں کیا اور یہ کیوں نہیں کیا۔"[12]

نبی اکرم ﷺ کے عفو و درگزر کی ان مثالی کاوشوں (جن کی تعداد لامحدود ہے) سے مدنی معاشرہ نے ایک ایسا رنگ اختیار کر لیا جو ایک دوسرے لیے جان قربان کرنے والے اور رواداری کی اعلیٰ مثالیں قائم کرنے والے بن گئے۔ اور حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ذات کے لیے کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا، سوائے اس شخص کے جس نے اللہ کی حرام کردہ چیزوں کا ارتکاب کیا تو اس سے اللہ کے لیے بدلہ لیا۔[13]

فرقہ واریت: عدم برداشت کی بدترین شکل:

دین اسلام محبت، امن و سلامتی کا دین ہے۔ اس امن سلامتی کو پوری دنیا میں عام کرنے کے لیے برداشت کو ضرورت اور عدم برداشت کا خاتمہ ہے۔ امن و سلامتی کی ضامن کوئی بھی ریاست اس وقت بن سکتی ہے جب تک اس میں اتحاد و اتفاق، محبت و یگانگت قائم رہے۔ اتفاق و اتحاد کو قائم رکھنے کے لیے قرآن کریم میں ارشادِ ربانی ہے:

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا[14]

"اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور تفرقے میں نہ پڑو۔"

مذہبی منافرت کے حوالے سے قرآن کریم میں ارشاد ہے:

وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصَارَىٰ عَلَىٰ شَيْءٍ وَقَالَتِ النَّصَارَىٰ لَيْسَتِ الْيَهُودُ عَلَىٰ شَيْءٍ وَهُمْ يَتْلُونَ الْكِتَابَ ۗ كَذَٰلِكَ قَالَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ[15]

"یہود کہتے ہیں کہ نصرانی حق پر نہیں اور نصرانی کہتے ہیں کہ یہودی حق پر نہیں، حالانکہ یہ سب لوگ تورات پڑھتے ہیں۔ اسی طرح ان ہی جیسی بات بے علم بھی کہتے ہیں۔"

رسولِ اکرم ﷺ نے ہمیشہ اتفاق و اتحاد کا درس دیا ہے جس طرح مندرجہ ذیل حدیث میں بیان کی گیا ہے:

إن الله يرضى لكم ثلاثا ويكره لكم ثلاثا: ويرضىٰ لكم أن تعبدوه ولا تشركوا به شيئا، وأن تعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقوا[16]

"بے شک اللہ تعالیٰ تم سے تین باتوں سے راضی ہوتا ہے اور تین باتوں سے ناراض ہوتا ہے، راضی اس طرح ہوتا ہے کہ تم اسی کی ہی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، اور اس کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور تفرقے میں نہ پڑو۔"

فرقہ پرستی کے نتائج ہمیشہ سے ہی بھیانک ہوتے ہیں اور کسی بھی ریاست و مملکت کے لیے تباہ کن ہوتے ہیں۔ اس وجہ سے عناد، حسد، بغض، محکومی، محتاجی، خوف و حزن کا زہر ہلاہل اور عزت نفس کی تباہی، اصول پرستی کی بجائے شخصیت پرستی اور شخصیت پرستی میں بھی انتہاء پرستی، نتیجہ سرکشی، دلوں پر پژمردگی، دل گرفتاری اور پریشان حالی اور پریشان خیالی، یاس و ناامیدی، صلاحیت سلبی اور جنگ و جدال تک نوبت آ جاتی ہے۔ اس کے لیے مختلف اوقات میں ہزاروں کتب لکھی گئیں اور دوسرے فرقے و فقہ کے پیروکاروں کو عدم برداشت کی بنا پر کفر کے فتوؤں میں سینچا گیا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مسلمان فرقوں میں بٹ گئے۔ شیعہ، سنی، حنفی، دیوبندی، بریلوی، وہابی، اہلحدیث میں تقسیم بڑھتے بڑھتے مزید شدت آتی گئی حتیٰ کہ عدم برداشت نے مزید انگڑائی لیتے ہوئے ایک دوسرے پر کفر کے فتوے لگانے سے بھی گریز نہیں

کیا۔

سیاسی عدم برداشت:

وطن عزیز میں بڑھتی محاذ آرائی کثیر الجہتی بنتی جا رہی ہے۔ ایک وقت تھا جب صرف مسلکی و مذہبی منافرت کی وجہ سے ایک دوسرے کو جانی ومالی نقصان پہنچایا جاتا تھا۔ لیکن آج موجودہ دور میں اس کی حساسیت نے اس انتہاء کو چھو لیا ہے کہ اس میں سیاسی پارٹیاں مذہبی جماعتوں کی نسبت بڑھ کر اپنی سیاسی پارٹی اور سیاسی زعماء سے وفاداری دکھانے کے چکر میں اس حد تک آگے جا چکے ہیں کہ گالی گلوچ، تضحیک آمیز ویڈیوز، کارٹونز اور ٹک ٹاک سافٹ ویئر کے ذریعے مخالف سیاسی جماعت سے وابستہ افراد کی کردار کشی جاری ہے۔ یہ سلسلہ اس حد تک آگے جا چکا ہے کہ کسی چھوٹے بڑے پڑھے لکھے اور ان پڑھ کی تمیز کیے بغیر یہ سلسلہ جاری و ساری ہے۔

عدم برداشت کے اس سیاسی رویے پر نظر ثانی کی ضرورت ہے جس لیے ضروری ہے ان تمام متحرک نوجوانوں کی فکری تربیت کی جائے، اسلامی اخلاق واقدار کی ترجمانی سکھائی جائے تاکہ آنے والی نسلیں گروہی، نسلی، سیاسی، مذہبی عدم برداشت کی بنا پر مزید ایک دوسرے سے دوری کی بجائے برداشت اور فکری و نظریاتی جہت اپنائیں۔

دہشت گردی:

دورِ جدید میں عدم برداشت کی ایک بھیانک شکل دہشت گردی ہے۔ دنیا کے مختلف ممالک میں دہشت گردی اور لاقانونیت زوروں پر ہے۔ عدم برداشت جب اقوام عالم میں بڑھ جاتی ہے تو پھر یہ دہشت گردی کی بدترین صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔ اقوام عالم میں مختلف دانشور وماہرین عمرانیات نے اس پر روشنی ڈالی ہے۔ آج انسانیت بربادی اور کشت وخون کے دہانے پر کھڑی ہے۔ اخوت، برداشت، باہمی ہمدردی اور محبت کا فقدان ہے جو اسی عدم برداشت کی بھیانک صورت ہے۔ اسے انفرادی، اجتماعی، ملی، قومی اور بین الاقوامی سطح پر اس مسئلہ کو حل کیا جانا چاہیے تاکہ افراط وتفریط کے عفریت سے بچ کر ایک دوسرے کے صبر و برداشت و تحمل پیدا ہو۔

عدم برداشت کے مظاہر ونقصانات کا فلسفہ:

برداشت اور عدم برداشت کی طبع انسان کی فطرت میں شامل ہیں۔ دونوں صفات میں کمی و زیادتی ہوتی رہتی ہے جو انسانی طبائع کا حصہ ہوتی ہیں۔ جب انسانی قوتِ برداشت جواب دے جاتی ہے تو عدمِ برداشت کے نتیجے میں ایسے اعمال سرزد ہوتے ہیں جن کا جسمانی، مالی، نقصان ساری زندگی بلکہ اس کے بعد بھی ہوتا ہے۔ عدم برداشت کے ضرر رساں پہلو مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ عدم برداشت کے نتیجہ میں انسان دوسرے کو جسمانی، جانی یا مالی نقصان پہنچاتا ہے تاکہ اپنے غصہ کی تسکین کر سکے۔ اسلام کسی بھی شخص کو بدلہ لینے سے نہیں روکتا، لیکن خود بدلہ لینے کی اجازت بھی نہیں دیتا، بلکہ اس سلسلہ میں قاضی/جج کی ذمہ داری ہے وہ متاثرہ شخص کو بدلہ ،مالی، جسمانی، دلوائے، یہ اس لیے ہے کہ متاثرہ شخص جب خود بدلہ لے گا تو وہ غصہ کی وجہ سے حد اعتدال سے باہر نکل جائے گا۔ اور انصاف کا مقام مجروح ہو گا۔

۲۔ عدم برداشت کے نتیجہ میں انسان اگر مذکورہ شخص سے زیادتی کا بدلہ نہیں لے سکتا ہے تو وہ یہ غصہ کسی پر تشدد کر کے زائل کر دیتا ہے اور اس تشدد کا شکار ہونے والے چار طبقات ہوتے ہیں جن میں ماتحت ملازمین (ڈانٹ ڈپٹ کا شکار ہوتے ہیں)، طلباء (مختلف سزاؤں وسختیوں کا شکار ہوتے ہیں)، گھریلو خواتین (گالیوں اور تشدد کی صورت میں غصہ) اور بوڑھے افراد ہی تشدد کا شکار بنتے ہیں۔

۳۔ عدم برداشت بسا اوقات مذہبی اختلاف کی صورت میں نمایاں ہوتا ہے۔ رد عمل میں انسان مشتعل ہو کر مخالف کو آخری درجہ میں پہنچا دیتا ہے۔ اسے فاسق سے کافر، جاہل سے واجب القتل تک قرار دے دیتا ہے۔

۴۔عدم برداشت کبھی عصر حاضر کی سیاست سے وجود میں آتی ہے اور مخالف کی کسی بات یا وابستگی سے برافروختہ ہو کر اس کے جسمانی یا مالی نقصان کا ذریعہ بنتا ہے۔یہی وجہ ہے جان کے نذرانے پیش کرنے کے وعدہ ہر الیکشن کے موقع پر دیکھنے میں آتے ہیں غداری کے لیبل مخالف پر چسپاں کرنے کا کلچر اسی عدم برداشت ہی کا نتیجہ ہے۔

۵۔عدم برداشت کبھی عزت وآبرو کے پامال ہونے کی وجہ سے ہوتی ہے اور انسان مخالف کی زیادتی کا جواب خود اس مخالف کو دینے یا دلوانے کی بجائے اس کی ماں، بہن، بیٹی کو دیتا ہے۔

۶۔اگر عدم برداشت کا ازالہ نہیں ہوتا تو متاثرہ شخص دل ہی دل میں منصوبہ بناتا ہے، اور اس صورت میں وہ حسد وبغض کی آگ میں جلتا جلتا اپنے آپ کو تباہ کر لیتا ہے۔

۷۔عدمِ برداشت کا حامل شخص اگر پست ہمت اور کمزور اعصاب والا ہو تو عدم برداشت کی وجہ سے خودکشی تک کر لیتا ہے اور اپنا ہی نقصان کر بیٹھتا ہے۔

درج بالا تمام کام عدم برداشت کی وجہ سے ہوتے ہیں، اسی لیے اسلام نے عدم برداشت کا حکم دیا ہے۔

عدم برداشت کا مثبت پہلو:

گو عدم برداشت کا لفظ منفی پہلو کے لیے استعمال کیا جاتا ہے لیکن اس کو بسا مقامات پر مثبت مقاصد کے لیے بھی استعمال کیا کا سکتا ہے مثلاً کسی نیک مقصدے کی خاطر اپنے بنیادی اصولوں میں تبدیلی کی عدم برداشت، قومی وملی ودینی معاملات میں کسی بھی قسم کے ذاتی مفاد کو راہ میں نہ آنے دینا، کم ومحدود وسائل و تنخواہ ہونے کے باوجود قناعت سے کام لینا اور تمام دباؤ وترغیبات کا مردانہ وار مقابلہ عدم برداشت کے مثبت پہلوؤں کی مثالیں ہیں۔اسلامی تعلیمات عدم برداشت کی تمام جہات کو مسترد کرتی ہے۔اسی وجہ سے مذاہب عالم کے پیروکار اپنے عقائد کی خلاف ورزی برداشت نہیں کرتے اور اپنے پیروکاروں کو ہر حربے کے ذریعے اپنے عقیدے میں لانے کی کوشش کرتے ہیں۔لیکن اسلام میں ایسے رویے کی کوئی گنجائش نہیں۔کسی عقیدے کو اختیار کرنے یا نہ کرنے کا حق انسانی آزادی کے بنیادی حقوق میں سے ہے۔[17]

اسلام اسی حق کے پیش نظر اعلان کرتا ہے:

لا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَد تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ[18]

”دین کے بارے میں کوئی زبردستی نہیں، ہدایت گمراہی سے واضح ہو چکی ہے۔“

قرآن کریم اور سنت رسول ﷺ کی وجہ سے ہی مسلمانوں نے ہمیشہ مخالفین کے ساتھ برداشت کا رویہ اختیار کیا۔اپنے سخت ترین دشمنوں کے خلاف بھی جنگوں میں جن میں عام طور پر ظلم اور غضب جیسے رویے حکمت پر غالب آجاتے، مسلمانوں نے برداشت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔شریعت اسلامیہ نے ہمیشہ دوسروں کے حقوق کا احترام کیا ہے اور جبر وزبردستی سے عقائد کو دوسروں پر ٹھونسنے سے انکاری ہے جیسا کہ قرآن کریم میں رسول اللہ ﷺ سے مخاطب ہو کر کہا گیا ہے:

أَفَأَنتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتَّىٰ يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ[19]

”کیا آپ لوگوں پر زبردستی کر سکتے ہیں یہاں تک کہ وہ مومن ہو جائیں۔“

مورخین نے پورے رسوخ کے ساتھ یہ لکھ کر اعتراف کیا ہے کہ مسلمانوں نے کسی قوم یا گروہ کو اسلام میں لانے کے لیے زبردستی نہیں کی، حالانکہ کہ وہ کئی صدیوں تک دنیا کی سب سے طاقتور قوم تھے۔شریعت اسلامیہ ان کو اس قسم کے رویے سے منع کیے ہوئے تھی۔

تحمل وبرداشت کے لیے اخلاقی تعلیمات:

اسلام اپنی اخلاقی تعلیمات کے ذریعے انسان کے دل ودماغ میں ہمہ گیری پیدا کرنا چاہتا ہے اور اس کے داخل وخارج کو سنوار کر اس کی قوت برداشت بڑھاتا ہے۔ان اخلاقی تعلیمات کے ذریعے انسان کے دل میں خوف خدا اور آخرت کی جوابدہی کا یقین پیدا کرکے اسے عمل پر آمادہ کرتا ہے۔اسلامی اخلاقیات کی ایک طویل فہرست ہے جن میں سے چند ایک کی مثالیں حسب ذیل ہیں:

قرآن کریم میں برائی کے مقابلہ میں برائی کرنے سے منع کرتے ہوئے بھلائی کرنے کا حکم دیا گیا ہے:

وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ[20]

"نیکی اور بدی برابر نہیں ہوتی۔برائی کو بھلائی سے دفع کرو پھر وہی جس کے اور تمہارے درمیان دشمنی ہے ایسا ہو جائے گا جیسے دلی دوست۔"

قرآن کریم میں ایسے بیسیوں مقامات ہیں جہاں حلم وبرداشت کا حکم دیا گیا ہے اور عدم برداشت اور گستاخی سے منع کیا گیا ہے۔سیرتِ طیبہ ﷺ سے بھی اسی موضوع کی خاصی تائید حاصل ہے،حضرت عبد اللہؓ بن عباسؓ فرماتے ہیں:

أمر الله المؤمنين بالصبر عند الغضب والحلم عندا لجهل والعفو عند الإسائة، فإذا فعلوا ذالک عصمهم الله من الشيطان وخضع لهم عدوهم كانه ولى حميم[21]

"اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو حکم دیا ہے کہ غصہ کے وقت صبر کا،جہالت کے وقت برداشت کا اور برائی کے وقت معافی کا معاملہ کریں۔جب ایسا کریں گے تو اللہ انھیں شیطان سے محفوظ کردے گا اور ان کے دشمن کو ان کے لیے جھکا دے گا گویا کہ وہ قریبی دوست ہو۔"

فتح مکہ کے موقع پر جب بعض صحابہؓ نے یہ نعرہ لگایا کہ آج کشت وخون کا دن ہے،آج دشمنوں کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کا دن ہے۔'الیوم یوم الملحمة' کی آواز جب آپ نے سنی تو فرمایا 'الیوم یوم المرحمة' آج رحم وکرم کا دن ہے اور اپنے جانی دشمنوں کو فرمایا 'اذھبوا فانتم الطلقاء' کہ جاؤ تم تمام لوگ سزاؤں سے بری ہو۔[22]

نبی اکرم ﷺ نے میدان جنگ میں بھی برداشت کا حکم دیا۔اسلام امن وسلامتی کا داعی ہے لیکن باطل کے سامنے جھکنا اور باطل کی تابعداری قبول نہیں کرسکتا۔اس طرح اگر جنگ کے دوران بھی فریق مخالف صلح کے لیے تیار ہو جائے تو اس کی پیشکش کو قبول کرتے ہوئے صلح کرنے کی ہدایت ہے۔آپ ﷺ کی زندگی اس پر شاہد ہے مکہ کے تیرہ سالوں میں مشرکین کی تمام تکالیف کو آپ اور صحابہؓ نے جھیلا لیکن جنگ کی صورت نہیں پیدا ہونے دی اور ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں فتنہ فساد سے بچنے کے لیے یہود مدینہ سے معاہدہ امن کرلیا اور بعد کی جتنی جنگیں ہوئیں وہ جارحانہ نہیں بلکہ یا تو دفاعی تھیں یا پھر اپنے دین وایمان اور مسلمانوں کو کسی خطرہ سے بچانے اور ان کے بنیادی حقوق کی حفاظت کے لیے تھیں۔

جنگ وجدل فتنہ وفساد سے امت کو محفوظ رکھنے کے لیے آپ ﷺ نے معاشرے کو اس فتنے سے بچانے کے لیے ہر انفرادی شخص کے حقوق متعین کردیے۔انسان کو اللہ کا نائب ہونے کے ناطے کئی احکامات کی تنفیذ اس کے لیے ضروری قرار دی گئی ہے،اور مسلمانوں کے تعلقات کی درستگی کو انتہائی اہم قرار دیا گیا ہے اور سب سے اچھا اور بہتر مسلمان اسے قرار دیا ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

لا تحاسدوا ولا تناجشوا ولا تباغضوا ولا تدابروا ولا يبيع بعضكم على بعض وكونوا عباد الله إخوانا[23]

"آپس میں ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، آپس میں ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، نہ آپس میں پیٹھ پیچھے برائی نہ کرو، اور نہ کوئی کسی کی بیع پر بیع کرے اور اللہ کے بندا بھائی بھائی بن جاؤ۔"

ان اصولی تعلیمات کو اپنا کر مسلمانوں کا آپس میں بھائی چارہ، محبت واخوت اور برداشت کا رشتہ قائم ہو سکتا ہے۔ یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہو سکتا ہے جو عدم برداشت کا رویہ چھوڑ کر برداشت کا رویہ اپنانا چاہے۔

اسی طرح مسلمانوں میں عدم برداشت کی وجہ سے ایک اہم مسئلہ فتنہ تکفیر کا ہے جس میں کوئی ایک فرد یا جماعت کی طرف سے کسی ایک فرد یا افراد پر کفر کا فتوٰی لگا دیا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ بسا اوقات ایسے فتوی ملتے ہیں جس میں اپنے نظریاتی مخالف کے لیے کفر تک کا لفظ بڑی آسانی اور فارغ البالی سے استعمال ہوا ہے۔ دوسرے کی آراء کا احترام نہ کرنا اور عدم برداشت کا شکار ہو جانا، یہ وہ فتنہ ہے جس کی وجہ سے آج امت کی پناہ گاہیں (عبادت گاہیں) بھی محفوظ نہیں اور انھیں مسلمانوں کے معصوم خون کے ساتھ رنگ دیا جاتا ہے، حالانکہ قرآن وحدیث سے جو ہدایات ملتی ہیں، ان کے مطابق جو شخص ضروریات دین کا انکار نہ کرتا ہو اور قبلہ کی طرف نماز پڑھتا ہو وہ جتنا بھی گنہگار اور کبائر کا مرتکب ہو اس کی تکفیر کسی طرح جائز نہیں۔ مسلمان بڑی سے بڑی ناگوار بات برداشت کرلیتا ہے لیکن جب اسے کافر کہا جائے تو وہ یہ کبھی برداشت نہیں کر سکتا۔ اسی وجہ سے حضور اکرم ﷺ نے اس فتنہ کے سدباب کے لیے بڑی واضح تعلیمات عطا کی ہیں:

ثلاث من أصل الايمان، الكف عن من قال لا إله إلا الله، لاتكفره بذنب ولا تخرجه من الاسلام بعمل[24]

"تین چیزیں ایمان کی اصل سے ہیں، جس نے لا إلہ إلا اللہ کہہ دیا، اس سے رک جانا، کسی گناہ کی وجہ سے اسے کافر قرار نہ دو اور نہ ہی کسی عمل کے ذریعے اسے اسلام سے خارج کرو۔"

بین الاقوامی سطح پر عدم برداشت کا رجحان:

عدم برداشت کا رجحان اتنا وسیع ہے کہ یہ عام لوکل سطح سے لیکر بین الاقوامی معاشرے کو بھی اپنی لپیٹ میں لی ہوئے ہیں۔ گزشتہ تین دہائیوں میں اس کا اکثر شکار مسلم ممالک ہوئے ہیں، جن پر غیر مسلم ممالک کی طرف سے دہشت گرد / بنیاد پرست ڈیکلیئر کیا گیا تھا اور اس سے بھی مستزاد کہ مسلم ممالک واسلامی تہذیب کو اپنے لیے خطرہ قرار دیا۔ حالانکہ اسلام یا اسلامی تہذیب ان کے لیے خطرہ نہیں بلکہ ان کا اپنا دیا ہوا غلط استحصالی نظام مستقبل کے لیے خطرہ ہے جس وجہ سے اس وقت بھی پوری دنیا معاشی بدحالی اور اخلاقی بے راہ روی کا شکار ہے، جو کہ لازمی طور پر فساد اور بدامنی کا باعث ہے اس کی وجوہات درج ذیل ہیں:

۱۔ مغرب نے دنیا کے تمام ممالک بشمول اسلامی ممالک میں بے جا مداخلت کر کے ان کے معاشی اور معدنی وسائل پر قبضہ کیا ہے اور عالمی اقتصادی پالیسیوں کو آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک یا ورلڈ ٹریڈ آرگنائزیشن کے ذریعے اپنے کنٹرول میں لیا اور عرب ممالک کے تیل اور دولت پر ناجائز قبضہ کرلیا، جو کہ عدم برداشت کی بدترین مثال ہے۔

۲۔ مغربی میڈیا اور مغربی دانشوروں نے مسلمانوں کو اشتعال انگیز ناموں بنیاد پرستFundamentalist، دہشت گردTerrorists، جنونیFanatics، انتہاء پسندExtremists وغیرہ سے یاد کر کے مسلمانوں کے غصے کو بھڑکانے میں بہت بڑا کردار ادا کیا ہے۔[25]

۳۔عدم برداشت کی ایک مثال یہ بھی کہ مغرب نے پہلے خود آسمانی ہدایت اور مذہبی اقدار وروایات سے انحراف کیا پھر تمام انسانی معاشرے کو ان حدود وقیود سے آزادی کے پر فریب نعرے کی آڑ میں انتشار اور فساد سے ہمکنار کی اور جدید مواصلاتی سہولتوں سے اپنا اباحت پسند کلچر دوسری اقوام پر مسلط کرنے کی کوشش کی اور جب مسلمانوں کی طرف سے اس مغربی کلچر کے خلاف آواز اٹھی تو اسے مغرب نے رجعت پسندی کا نام دیا۔

مغرب کی غلط پالیسیوں اور ہوس اقتدار کی بڑھتی ہوئی خواہش اور میڈیا کے ذریعے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نفرت انگیز ناموں اور پروپیگنڈے کے باوجود اگر اسلام مغربی ممالک میں دن بدن پھیل رہا ہے تو اس سے خائف ہو کر کبھی Islamic Threat کہنا اور کبھی Clash of Civilization کا نام دینا کسی طرح درست نہیں کیونکہ تہذیبی کشمکش اسلام کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کی وجہ سے نہیں بلکہ دنیا کے وسائل کی غیر منصفانہ تقسیم کا نتیجہ ہے۔

خلاصۃ البحث:

غصہ وغضب ایک انسانی فطری چیز ہے اس کو انسانی طبیعت سے بالکل ختم نہیں کرنا چاہیئے بلکہ اسے قابو میں رکھ کر عقل کے ماتحت رکھنا چاہیئے کیونکہ قوتِ غضب اگر افراط و تفریط سے پاک ہو اور عقل کے قابو میں ہو تو اس کا نام شجاعت ہے اور یہ دلیری، آزادی، حق گوئی، بلند ہمتی، بردباری، استقلال، وقار، صبر وسکون، جہد مسلسل اور جہاد وغیرہ کی صورتوں میں مختلف روپ دھارتی ہے اور اگر یہی قوت حد اعتدال سے زیادہ ہو جاتی ہے تو اس سے غرور ونخوت، خود پرستی، تکبر، تحقیر، ظلم اور غارتگری کی صورتیں پیدا ہو جاتی ہیں اور یہی قوت اگر کم ہو کر کمزور پڑ جاتی ہے تو اس سے ذلت وپستی، کم حوصلگی، خوف اور دانائی کی صفات پیدا ہوتی ہیں۔ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ ہمیں دنیا کے سامنے ایک ایسا نظام پیش کرنا چاہیئے جو انسانی مساوات وبرداشت اور عدل عمرانی کے اسلامی تصورات پر مبنی ہو۔ صرف یہی وہ طریق ہے جس سے اس فریضہ سے عہدہ بر آ ہو سکیں گے جو ہم پر مسلمان ہونے کی حیثیت سے عائد ہوتا ہے اور اور ہم دنیا کو وہ پیغام دے سکیں گے جو اسے تباہیوں سے بچالے گا اور نوع انسانی بہبود ومسرت اور خوشحالی کا ضامن ہو سکے گا۔

@ 2024 by the author, this article is an open access article distributed Under the terms and conditions of the Creative Commons Attribution (CC-BY) (http://creativecommons.org/licenses/by/4.0/)

حوالہ جات

[1] نسیم امروہی، نسیم اللغات، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۲۰۰۷ء، ص ۴۵
[2] Encylopaedia of Britanica(Micropedia ready references, encylopaedia Britanica 1974)VX p 400
[3] قاضی عیاض، الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ، مصر: داراحیاء التراث، ص ا/۱۰۳
[4] الاحقاف، ۴۶:۳۵
[5] الحجرات، ۴۹:۵
[6] الحج، ۲۲:۳۵
[7] النحل، ۱۲۶،۱۲۵:۱۶
[8] فصلت، ۴۱:۳۰
[9] البقرۃ، ۲:۱۷۸
[10] النور، ۲۴:۲۲
[11] قاضی عیاض، الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ، ص ۶۱

[12] مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، ریاض: مکتبہ دارالسلام، باب حسن الخلق۔

[13] قاضی عیاض، الشفاء، ص ۱/۶۱

[14] آل عمران ۳:۱۰۱

[15] البقرۃ ۲:۱۱۳

[16] مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، حدیث نمبر

[17] amid ullah, Muhammad, “Introduction to Islam”, Lahore: Sheikh Muhammad Ashraf, 1974, p.49

[18] البقرۃ، ۲:۲۵۶

[19] یونس، ۱۰:۹۹

[20] فصلت: ۴۱:۳۴

[21] العسقلانی، ابن حجر، تغلیق التعلیق علی صحیح البخاری، بیروت: دار عمار، ۱۹۸۵ء، ص ۴/۳۰۳

[22] ندوی، مجیب اللہ، اسلام کے بین الاقوامی اصول و تصورات، لاہور: مرکز دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، ۱۹۹۰ء، ص ۶۴

[23] مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، ریاض: مکتبہ دارالسلام، ۱۹۹۹ء، باب تحریم ظلم المسلم و خذلہ، حدیث نمبر ۲۵۶۴

[24] ابو داؤد سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، ریاض، مکتبہ دارالسلام، ۱۹۹۹ء، باب فی الغزو مع ائمۃ الجور، حدیث نمبر ۲۵۳۲

[25] Esposito: “The Islamic Threat, Myth or Reality”, New York: Oxford University Press, 1992, p-175